حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
اسلوبِ جہاد

حَمَامَتُنَا تَطِيْرُ بِرِيْشِ شَوْقٍ
وَفِيْ مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

کا

اسلوبِ جہاد

لئیق احمد طاہر
مبلغ انگلستان

نام کتاب	:	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسلوب جہاد
سابقہ ایڈیشنز	:	2004ء، 2012ء
حالیہ ایڈیشن	:	2016ء
تعداد	:	1000 (ایک ہزار)
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان ضلع: گورداسپور، صوبہ: پنجاب (انڈیا)-143516
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
ISBN:		

Hadhrat Masih-i-Maud[as] Ka Uslub-i-Jihad
In
Urdu Language
By
Maulana Laeeq Ahmad Sahib Tahir of U.K

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تعارف

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہند میں دو واقعہ ہوئے ہیں ایک سید احمد صاحب کا اور دوسرا ہمارا ان کا کام لڑائی کرنا تھا۔ اُنہوں نے شروع کردی۔ مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ: ۱۹۲ پہلا ایڈیشن، ملفوظات جلد دوم صفحہ: ۵۰۱ جدید ایڈیشن مطبوعہ نظارت نشرواشاعت، قادیان ۲۰۰۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر جہاد کے اسلوب کو یکسر بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **یضع الحرب** کے مطابق تلوار کا کام قلم سے کیا۔ اسی قلم کے جہاد کو محترم مولانا لئیق احمد صاحب طاہر مبلغ انگلستان نے ایک نئے زاویہ سے ۲۰۰۳ء کے جلسہ سالانہ یوکے، کے موقعہ پر اپنی تقریر میں پیش فرمایا۔ یہ تقریر ساری دُنیا میں بڑی پسند کی گئی اور بعض لوگوں نے اس کو شائع کرنے کی خواہش بھی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس خواہش کے پیش نظر آپ نے اس مسودہ کو کچھ اضافہ کے

ساتھ اشاعت کے قابل بنایا۔موصوف کی اس سے قبل بھی دو کتب ’’سیر حضرت احمد علیہ السلام‘‘ اور ’’تاریخ احمدیت برطانیہ‘‘ شائع ہو چکی ہیں۔موصوف ایک کامیاب مبلغ کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر اور مصنّف بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا کرے اور اسلامی جہاد کے موضوع کو نئی طرز پر پیش کرنے کی موصوف نے جو کاوش کی ہے اس میں غیر معمولی برکت عطا کرے۔اور بہتوں کی ہدایت کا موجب ہو۔آمین

والسلام

خاکسار

حافظ مخدوم شریف

ناظر نشر و اشاعت قادیان

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں ۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۳۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

اسلوبِ جہاد

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المآئدۃ 5:33)

ترجمہ: ’’جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔‘‘

جہاد کی تعلیم مومن کی زندگی کے ہر لمحے سے تعلق رکھتی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد بچپن سے شروع ہوا اور بڑھاپے تک جاری رہا۔ یہ جہاد جبل نور پہ غار حرا میں اس شان سے جاری تھا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی عش عش کر رہے تھے۔ یہ جہاد اس وقت بھی جاری تھا جب آپ اکیلے خانہ کعبہ میں جا کر اپنے ربّ کریم کے ساتھ راز و نیاز کیا کرتے تھے۔ یہ جہاد طائف کی بستی میں اُس وقت بھی جاری تھا جب آپ بے سروسامانی کے عالم میں خون میں لت پت

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

کی دعا میں مصروف تھے اور غار ثور میں بھی یہی جہاد جاری تھا اور یہ جہاد راتوں کے اس لمبے قیام کے دوران بھی جاری تھا جب کہ روایات کے مطابق لمبے قیام کی وجہ سے آپ کے پاؤں متورم ہو کے پھٹ جایا کرتے تھے اور یہ جہاد اس وقت اپنی انتہا اور اپنے انجام کو پہنچا جب آپ ہر آنکھ کو اشک بار چھوڑ کے فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

بعض وقتی لیکن اہم واقعات قوموں کی سوچ کے دھارے تبدیل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فی زمانہ۔ خودسوزی خودکش حملوں۔ نیویارک ٹریڈ سنٹر یعنی Twin Towers پہ ہوائی جہازوں سے حملوں نیز دنیا بھر میں مسلمانوں کے Suicidal attacks کی وجہ سے کل عالم میں توجہ اسلامی جہاد۔ جہادی علماء اور terrorism کی طرف ہو گئی۔

اس تشدد کے چار قسم کے ردّعمل ظاہر ہوئے۔

پہلا یہ کہ تمام مغربی ذرائع ابلاغ نے بغیر کسی تحقیق کے ان حملوں کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پہ ڈال دی۔ چنانچہ اولاً افغانستان کی تباہی اور پھر عراق پر ہولناک یلغار اسی ردّعمل کا نتیجہ تھا۔ مغرب کی نظر میں اگر کوئی terrorist تھا تو یہی مسلمان تھے۔ اگر کوئی fundamentalist تھا تو یہی مقہور مسلمان تھے اور اگر کوئی extremist ہو سکتا تھا تو یہی مسلمان تھے جنھوں نے نیویارک میں ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی۔

دوسرا ردّعمل یہ ظاہر ہوا کہ جہاں کروڑوں مسلمان۔ نیویارک Twin

Towers کے ہزاروں معصوموں کی دردناک ہلاکت پہ خون کے آنسو رو رہے تھے۔ چند نا عاقبت اندیشوں نے اس پر خوشی سے رقص کیا۔ طبلے بجائے اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ مغربی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا تو اسی تاک میں تھا۔ یہ مناظر بار بار دنیا کو دکھا کر باور کروایا گیا کہ یہ ہیں مسلمان۔ جن کے دل میں انسانیت کے لئے شمہ برابر بھی جگہ نہیں۔ یہ انسان نہیں۔ یہ ننگ انسانیت ہیں۔ چنانچہ ان چند درجن یا چند سو نا عاقبت اندیشوں نے ساری دنیا میں مسلمانوں کو ذلیل اور خوار کیا۔

تیسرا ردّعمل یہ ہوا کہ مغرب میں انصاف پسند طبقہ کی توجہ اس طرف ہوئی کہ یہ جو بلا تحقیق یک طرفہ سارا الزام مسلمانوں کے پلڑے میں ڈال دیا گیا ہے۔ ذرہ دیکھیں تو سہی کہ قرآن کریم اور اسلام اس بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ ساری مغربی مارکیٹ سے دیکھتے دیکھتے قرآن کریم کے لاکھوں نسخے فروخت ہو گئے۔ جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے لئے نئی راہیں کھول دیں۔ یوں سارا جہاں احمدیت کے لئے میدان تبلیغ بن گیا۔ کیونکہ کل عالم میں صرف ہم ہی تھے جو جہاد کے مسئلے پر اپنے موقف اور مسلک پر قائم رہ سکتے تھے۔ ہمیں کسی خوفناک ردّعمل کو دیکھتے ہوئے کسی سے سمجھوتہ کرنے یا Compromise کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

ایک چوتھا اور انوکھا ردّعمل تمام مشرقی اسلامی دنیا میں ظاہر ہوا۔ مغرب کی خون آشام نگاہیں دیکھ کر۔ مغرب کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر وہ قوم جو جہاد جہاد کے نعرے لگایا کرتی تھی۔ وہ علماء جو دارالحرب دارالحرب کا پرچار کیا کرتے تھے۔ اور وہ

جہادی علماء جو قتل مرتد۔ قتل مرتد کہتے ہوئے کبھی تھکتے نہیں تھے۔ انہوں نے یک دم U-TURN لیا اور ساری مشرقی اسلامی دنیا میں کیا ٹی وی (T.V) اور کیا ریڈیو کیا اخبارات اور کیا مسجد و منبر و محراب ہر جگہ سے منادی ہونے لگی کہ اسلام تو ہے ہی صلح و آشتی کا مذہب، اور مذہب بھائی چارہ کا نام ہے۔

مذہب نہیں سکھا تا آپس میں بیر رکھنا

اسلام کے تو معنی ہی امن، صلح اور سلامتی کے ہیں۔ یہ وہ زبان تھی جو گزشتہ 100 سال سے جماعت احمدیہ انہیں سکھانے کے لئے ہزار جتن کر رہی تھی لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ قادیانیوں اور مرزائیوں نے جہاد حرام قرار دے دیا ہے۔ نیویارک ٹریڈ سنٹر پر ایک ہی حملہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ جماعت احمدیہ کے اُسلوبِ جہاد کے سامنے اپنی گردنیں خم کر دیں۔ یہ ایک عجیب حیرت انگیز انقلاب تھا کہ جہاد کے مسلک سے متعلق مغربی دنیا تو پہلے ہی جماعت احمدیہ کے زندگی بخش پیغام سے متفق تھی۔ اب ساری مشرقی اسلامی دنیا بھی اسی موقف کے ساتھ کامل اتحاد اور اتفاق کا اعلانیہ اظہار کرنے پر مجبور ہوگئی گویا جہاد کے نکتہ نظر سے کل عالم میں احمدی ہی احمدی آباد تھے۔ یہ اعجاز تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس مخصوص اُسلوب جہاد کا جس کی طرف آپ روز اول سے مسلمانوں کو متوجہ فرما رہے تھے۔

اے کاش! امت مسلمہ نے جہاد کے مسئلہ پر مامور زمانہ۔ حکم عدل اور وقت کے امام کی آواز پر کان دھرے ہوتے تو اُسے اُن دکھوں اور کرب میں سے گزرنا نہ پڑتا جس کی کسک آج مسلمان ہی نہیں غیر بھی محسوس کر رہے ہیں۔

جہاد کا لفظ اسلامی اصطلاح میں غیر معمولی وسعت کا حامل اور معانی کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے۔

اس کے معنے اعلیٰ مقصد کے لئے مسلسل محنت شاقہ کرنا، مالی قربانیاں دینا۔ قرآن کریم اور اسوہ نبوی کی روشنی میں صلح و آشتی اور امن کا پیغام دینا، اصلاح نفس کے لئے خواہ وہ ذاتی ہو یا آئندہ نسلوں کی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ کی روشنی میں ہمہ گیر، انتھک محنت اور منصوبہ بندی کرنا اور سب سے آخر پر خود حفاظتی اور ذاتی دفاع کے لئے وہی ہتھیار استعمال کرنا جو دشمن اسلام کے نابود کرنے کے لئے کرتا ہو۔

جہاد کے اس وسیع مفہوم کو محض جہاد بالسیف تک محدود کر دینا ایک ظلم عظیم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کی شدید بے حرمتی ہے۔ آپؐ کو جہاد کا جو عرفان حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ سورۃ فرقان کی آیت

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان 25:53)

مکہ میں نازل ہوتی ہے آپؐ اس واضح اور صریح حکم کے باوجود مکی زندگی کے دوران کسی کو تلواریں بے نیام کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ہمیشہ صبر، دعا، بخشش اور احسان اور ظلم کے مقابلہ میں عفو کی تلقین فرماتے رہے۔ اور وہ فانی فی اللہؐ اپنے نالہ وفغاں اور حسن خلق سے مخالف کے دلوں کی سرزمین فتح کرتا رہا۔ جس نے بالآخر آپؐ کو فتح مبین سے شادکام کیا۔

ہمارے سید و مولا نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ

(ردالمختار علی الدرالمختار جلد 3 ص 235)

ذرا غور فرمائیے کہ ایک ایسی جنگ جس میں آپؐ بنفس نفیس شریک ہوں۔ ایک ایسی جنگ جس میں صحابہ کرام اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بیتاب ہوں۔ایک ایسی جنگ جس میں صحابہ کے دلوں میں شہادت کی آرزو مچل رہی ہو' اس جنگ کے بارہ میں حکمت اور دانائی کے شہنشاہؐ کا فرمان یہ ہو کہ یہ غزوہ جس میں جان تک قربان ہوسکتی ہے۔اُس اسلامی جہاد کے مقابلہ میں جہاد اصغر ہے جو زندگی کے ایک ایک لمحہ پر حاوی ہے۔ اپنے نفس کی اصلاح اور اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت ایک نہ ختم ہونے والا جہاد ہے۔ یہ ایک ایسی قربانی ہے جو لمحہ لمحہ، سانس سانس عمر بھر دی جاتی ہے اور اسی لئے نفس کی اصلاح کے اس ناپیدا کنار عمل کا نام جہاد اکبر رکھا گیا۔

یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسلمانوں کے مختلف فرقے اور جہادی علماء جس مخصوص جہاد کا پرچار کرنے لگے یہ تصور ان میں کیونکر پروان چڑھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''خدائی پیشگوئیوں میں بسا اوقات استعارہ کے رنگ میں کلام ہوتا ہے۔مگر ناسمجھ لوگ اُسے حقیقت پر محمول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مسیح و مہدی کے متعلق جو اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ اس کے دم سے کافر مریں گے یا یہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اس سے کم علم لوگوں نے

خیال کرلیا کہ شاید ان الفاظ میں ایک جنگ کرنے والے مصلح کی خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ سب استعارے تھے جن سے نشانات اور دلائل کی جنگ مراد تھی نہ کہ تیر وکمان کی جنگ ۔۔۔۔۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 81-280)

ایک بار سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے خونی مہدی کی حدیثوں کی نسبت فرمایا
’’سلطنت کے خیال سے وضع کی گئی ہیں‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 123)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ میں خونی مسیح اور خونی مہدی کے تصور کے بارہ میں یہ نکتۂ معرفت تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانوں نے جہاں یہ عقیدہ اپنا لیا کہ مسیح ومہدی آ کر انہیں بے شمار دولت دیں گے۔ دنیا کا اقتدار انہیں مل جائے گا اور مہدی خون کی ہولی کھیلے گا۔ وہاں اسلام کو رُسوا کرنے کے لئے عیسائیوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اس غیر اسلامی عقیدہ کو بڑے شدومد کے ساتھ ہوا دی اور اس تکرار کے ساتھ اسے دہرایا کہ مسلمان سچ مچ اسے اسلام کی حقیقی تعلیم سمجھ کے خود بھی اسی رو میں بہہ گئے اور جہاد جہاد کے نعرے لگانے لگے۔ عیسائی درپردہ اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے اور شدید نقصان پہنچانے کے لئے دجل سے کام لے رہے تھے لیکن شومئ قسمت مسلمان ان کی چال میں پھنس گئے اور اس نہایت مکروہ الزام کو اپنے سر تھوپ کر اسی پر فخر کرنے لگے یہ مسلمانوں کی بدنصیبی اور سادہ لوحی تھی جس نے مسلمانوں میں جہاد کے بارہ میں ایسا مکروہ اور ظالمانہ تصور

راسخ کر دیا کہ اب اس سے چھٹکارہ حاصل کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد3 ص226)

حضرت مسیح موعودؑ نے جب خونی مہدی اور جنگجو مسیح کے آنے سے انکار کیا تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگانے شروع کئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے ہلکے پھلکے انداز میں فرمایا:۔

''بے شک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آکر بے شمار ان کو روپیہ دے گا مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لوٹ مار کے روپیہ سے ان کو محروم کر دیا ہے۔ میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے ان کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد3 ص143 مطبوعہ لنڈن)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اس اُسلوب جہاد سے جہادی علماء میں شدید مایوسی پیدا ہوئی ۔ وہ تو منتظر تھے کہ خونی مہدی کے آنے پر دنیا جہان کی دولت انہیں مل جائے گی ۔ملکوں پر اقتدار حاصل ہوگا۔ دشمنوں کی لڑکیاں اور عورتیں ان کی لونڈیاں بنیں گی اور وہ خوب دادِ عیش دیں گے چنانچہ علمائے سوء نے کفر کے فتووں کا بازار گرم کر دیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ خونی مہدی کے بھیانک تصور کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دلی دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’میں آج کنز العمال کو دیکھ رہا تھا مہدی اور دجال کی نسبت پچاسی حدیثیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔ سب حدیثوں میں یہی ہے کہ وہ آتے ہی یوں خون ریزی کرے گا اور یوں خلق خدا کے خون سے روئے زمین کو رنگین کرے گا۔ خدا جانے ان لوگوں کو جو ان حدیثوں کے وضاع تھے (یعنی ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے۔ناقل) سفا کی کی کس قدر پیاس اور خلقِ خدا کی جان لینے کی کتنی بھوک تھی۔ اور اُس وقت عقلیں کس قدر موٹی اور سطحی ہوگئی تھیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ اصولِ تبلیغ اور ماموریت کے قطعاً خلاف ہے کہ کوئی مامور آتے ہی بلا اتمام حجت کے تیغ زنی شروع کردے.......وہ مصلح ہی کیا ہوا۔ وہ خونریز مفسد ہوا.......میں ان حدیثوں کو پڑھ کر کانپ اٹھا اور دل میں گزرا اور بڑے درد کے ساتھ گزرا کہ اگر اب خدا تعالیٰ خبر نہ لیتا اور یہ سلسلہ (جماعت احمدیہ۔ناقل) قائم نہ کرتا جس نے اصل حقیقت سے

خبر دینے کا ذمہ اٹھایا ہے، تو یہ مجموعہ حدیثوں کا اور تھوڑے عرصہ کے بعد بے شمار مخلوق کو مرتد کر دیتا۔ ان حدیثوں نے تو (یعنی خونی مسیح اور خونی مہدی کے بارہ میں وضعی اور من گھڑت حدیثوں نے۔ ناقل) اسلام کی بیخ کنی اور خطرناک ارتداد کی بنیاد رکھ دی ہوئی ہے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 121-120، 17/اکتوبر 1900ء)

یہ تو ظاہر ہے جہادی علماء کو اقتدار اور حکومت کے لالچ نے اپنے مخصوص جہاد پر ابھارا۔ ورنہ اسلام کے حقیقت افروز، مقدس جہاد میں جلسے جلوسوں، مار پیٹ اور دھرنوں کی کہاں گنجائش ہے۔ اسلام کی مٹی پلید ہو تو ہو ان جہادی علماء کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

یہ علماء اپنے مخصوص مقاصد کے لئے مدرسوں کے معصوم طلبہ کو برین واش کر کے قتل و غارت گری پر ابھارتے ہیں۔ ایسے ہی علماء کی انگیخت پر 17/اپریل 1900ء کو علاقہ پشاور میں کسی سفاک پٹھان نے دو بے گناہ انگریزوں کو قتل کر دیا۔ اس پر ایک مجمع میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

''یہ جو دو انگریزوں کو مار دیا ہے۔ یہ کیا جہاد ہے؟ ایسے نابکار لوگوں نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ ان لوگوں کی ایسی خدمت کرتا اور ایسے عمدہ طور پر اُن سے برتاؤ کرتا کہ وہ اس کے اخلاق اور حسن سلوک کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔''

''مومن کا کام تو یہ ہے کہ اپنی نفسانیت کو کچل ڈالے۔ لکھا ہے کہ

حضرت علیؓ ایک کافر سے لڑے۔ حضرت علیؓ نے اس کو نیچے گرالیااور اس کا پیٹ چاک کرنے کو تھے کہ اس نے حضرت علیؓ پر تھوکا۔ حضرت علی یہ دیکھ کر اس کے سینہ پر سے اُتر آئے۔ وہ کافر حیران ہوااور پوچھا کہ اے علی! یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا جنگ تیرے ساتھ خدا کے واسطے تھا۔ لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کا بھی کچھ حصہ مل گیا۔ اس پر میں نے تجھے چھوڑ دیا۔''

(ملفوظات جلد2 صفحہ 50-49)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اپنے معرکۃ الآراء مضمون ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں ایک عجیب نکتہ معرفت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''اور میں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابنِ مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حقِ ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں۔ اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو۔ ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر

وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ ۔۔۔۔ خدا کے لئے سب پر رحم کروتا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اُٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اُٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰٮہَا (سورۃ الشمس 91:10)

یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔

دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارداہ ہے صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے۔

''يَضَعُ الْحَرْب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا''۔

اس کے بعد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ بڑے جلال کے ساتھ ایک شہنشاہ کی طرح اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

> ''سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے اُن کا دین پھیلے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 233)

حضرات! سیدنا حضرت مسیح موعودؑ صلح اور آشتی اور محبت کے سفیر بن کے دنیا میں آئے۔ آپ نے فرمایا:۔

> ''ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔۔۔ اپنے تیئں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 296-295)

جہاد کے معنی انتہائی جدو جہد کے ہیں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ قولی، فعلی، قلمی اور لسانی جہاد میں دن رات مصروف رہتے تھے۔

11 نومبر 1902ء بروز سہ شنبہ ظہر کے وقت حضورؑ تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 196)

ایک دفعہ قادیان میں شدید گرمی پڑی۔ گلیاں سنسان ہوگئیں۔ بازار بند ہو گئے۔ ایسی گرمی کہ ہر شخص الامان والحفیظ پکار اٹھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے شدت گرما کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مخصوص شیریں اور دلربا انداز میں فرمایا کہ اس قدر شدید گرمی تھی کہ سب لوگ بے حال ہو گئے حتی کہ خدا کی مشین بھی بند ہوگئی مراد یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ جو کسی حال میں کسی موسم میں کام سے نہیں تھکتے آپ بھی آرام پر مجبور ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اس موسم میں بھی ایک لحظہ کے لئے کام بند نہیں کیا۔

(ذکر حبیب صفحہ 161 از حضرت مفتی محمد صادقؓ)

14 جولائی 1906ء کو ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف ملاقات کے لئے قادیان آئے تھے۔ ظہر کی نماز سے قبل انہوں نے عرض کیا کہ مجھے

لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں نے یہاں ہر بات اس کے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔

فرمایا:۔

''ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابل رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیئے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔

(بدر جلد 2 نمبر 29 صفحہ 3، مورخہ 19/ جولائی 1906ء)

ایک دفعہ حضرت سیدنا و مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ حضور مجھے کوئی مجاہدہ بتایئے۔

فرمایا ''عیسائیت کے غلط عقائد کے خلاف کتاب لکھیں۔''

اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ 6 لاکھ مسلمان مرتد ہو کر عیسائی بن

چکے تھے۔ بڑی بڑی مساجد کے علماء اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی منادی کرنے لگے تھے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف برٹش ایمپائر کی بھرپور حمایت کے ساتھ 6 کروڑ کتب لکھی تھیں اور مسلمان عجیب بے بسی کے عالم میں تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ نے معرکۃ الآراء کتاب ''فَصۡلُ الۡخِطَابِ لِلۡمُقَدَّمَۃِ اَھۡلِ الۡکِتَابِ'' دو جلدوں میں تصنیف فرمائی۔

(حیات نور صفحہ 260 طبع اول 1963ء)

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ نے دوبارہ عرض کی کہ حضور مجھے کوئی اور مجاہدہ بتائیں فرمایا ''آریہ سماج'' کے باطل عقائد کے خلاف کتاب لکھیں، چنانچہ آپ نے ''تصدیق براھین احمدیہ'' نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

(حیات نور صفحہ 260 وحیات احمد از حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 391)

اپنی وفات سے صرف تین روز قبل 23 رمئی 1908ء بمقام لاہور قبل نماز ظہر فرمایا:۔

''آج ہی پیسہ اخبار میں ایک انگریز کا مضمون تھا اس نے کسی جگہ پر اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہندو، مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کو اتفاق کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مسلمان یہودی اور نصرانی سب کے سب بلا امتیاز انسانی گروہ میں اتحاد و اتفاق دیکھنے کے مشتاق ہیں اور مہدی معہود کے آنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ جو کہ دیر یا سویر عالم وجود میں آ کر تمام انسانوں میں یگانگت کا رشتہ

قائم کر دے گا میں اس مہدی کے متعلق اپنی ذاتی رائے یہ رکھتا ہوں کہ وہ اہل قلم سے ہوگا اور اسی زبردست آلہ کے ذریعہ سے اقوام عالم کے دلوں میں تخم یگانگت بو سکے گا۔‘‘

(پیسہ اخبار 23 رمئی 1908ء، ملفوظات جلد 10 صفحہ 445)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے، اور میں اُن تمام باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 287)

آپ فرماتے ہیں:۔

میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہرِ جہاد و کارزار

حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور اپنے نور بصیرت سے مستقبل پہ نظر ڈالتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اگر مسلمانوں کی فتنہ و فساد کی یہ حالت تبدیل نہ ہوئی تو دشمنانِ اسلام اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام پر حملہ کریں گے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 47)

لیکن وائے افسوس جب امت نے مامور زمانہ کی آواز پر کان نہ دھرے اور اپنی طرف توجہ مبذول کروانے کے لئے قرآن و سنت کے خلاف حربے استعمال کرنے شروع کئے کہیں خودسوزی اور کہیں خودکش حملے شروع کئے تا خوف و ہراس سے اپنی طرف توجہ مبذول کروائی جاسکے تو اس کے نتیجہ میں اسلام کا پاک نام سارے جہان میں ذلیل ہوا۔ اس کے بالمقابل اگر مسلمان اپنی مظلومیت کا واسطہ دے کر خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے اور صبر اور دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت طلب کرتے تو اس کے نتائج ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر نکلتے اور اسلام اور مسلمانوں کی نیک نامی میں اضافہ ہوتا۔ واضح رہے کہ ہمارا کوئی عمل جو قرآن اور سنت نبوی کے مخالف ہوگا اس سے ہم انسانیت کی نگاہوں سے بھی گریں گے اور خدا تعالیٰ اپنی تائید ونصرت کا ہاتھ بھی ہم سے اٹھا کر ہم سے بیزاری اور براءت کا اظہار کرے گا۔

ضروری ہے کہ اس جگہ اس اعتراض کا جواب دیا جائے جو جہاد کی حرمت سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ پر کیا جاتا ہے۔

ہمارا دعوی ہے کہ مخالفین احمدیت حضورؑ کی کتب میں سے ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے جس میں یہ ذکر ہو کہ جہاد سے متعلق نعوذ باللہ آیات قرآنیہ منسوخ قرار دی جاتی ہیں۔

ہمارا چیلنج ہے کہ دشمنان احمدیت ایک بھی حوالہ پیش نہیں کر سکتے جس میں یہ ذکر ہو کہ حضورؑ نے قیامت تک جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔

آپ کا یہ عقیدہ تھا اور جماعت احمدیہ آج بھی اس پر قائم ہے کہ ایک پُر امن حکومت کے سائے تلے رہتے ہوئے جو آپ کو مکمل مذہبی آزادی دیتی ہو۔ مذہب کے نام کی آڑ میں اسلام کی تبلیغ اور نفاذ کے لئے، اس کے خلاف تلوار اٹھا کر جہاد کرنا قطعی طور پر حرام ہے۔

(دیکھیں براہین احمدیہ جلد 3 ٹائٹل پیج ا، اب مطبوعہ 1882ء)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے اسلام کے پاک نام اور جہاد کے مقدس فرض کو Exploit کرنے سے منع فرمایا۔

چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اس شعر میں دین اور اَب کے الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ کا اُسلوب جہاد بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ ہمارے دین کی اشاعت کے لئے جنگوں کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تلوار نہیں اٹھائی ۔ اسلام کی ساری جنگیں دفاعی تھیں۔ ہاں جب دشمن نے تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانا چاہا تو خدا تعالیٰ نے لمبے عرصہ کے بعد تلوار کا جواب تلوار سے دینے کی اجازت دی۔ فرمایا

دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

یعنی اب وہ حالات نہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہجرت کے

بعد تھے۔اس لئے اب قلم کے جواب میں نیز پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے جواب میں بندوق چلانے کی اجازت نہیں ہے۔

قلم کے جواب میں قلم سے جواب دیا جائے۔ ہاں جب حالات تبدیل ہوجائیں اور اسلام کے مٹانے کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ جیسے حالات ایک بار پھر لوٹ آئیں تو جہاد کی ابدی آیات قرآنیہ ہمیں ایک بار پھر دفاعی جنگوں کے لئے دعوت مبارزت دے سکتی ہیں۔ اب حضورؑ کی اس نظم کے چند اور اشعار سنئے جس میں حضورؑ وضاحت سے فرمارہے ہیں کہ آج دین کی اشاعت کے لئے کیوں جنگوں کی ممانعت ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں:۔

”اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم ”یَضَعُ الْحَرْبَ“ کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مصطفٰے
عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التواء

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کر دے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں
ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مُقْبِلَانہ وہ ہمت نہیں رہی
دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
سب پر یہ اک بَلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع، صلوٰۃ اور صوم سے
اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں
کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہوگئے
باقی جو تھے وہ ظالم سفاک ہوگئے
اب تم تو خود ہی موردِ خشم خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے
اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے
ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اس تفصیل کا لب لباب یہ ہے کہ دینی اغراض کے لئے تبلیغ کیلئے، اشاعت اسلام کے لئے، دین کے نام پر نہ کبھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی نہ اب اس کی اجازت ہے۔

دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

ہاں اسلام کی عزت و حرمت کیلئے، اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لئے، اپنی جان مال اور عزت کی حفاظت کے لئے، دفاعی جنگوں سے اسلام منع نہیں کرتا لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ دشمن پہل کرے۔

وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (سورۃ توبۃ 9: 13)

اس کے لئے لازم ہے کہ آپ مظلوم ہوں ظالم نہ ہوں۔

بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (سورۃ الحج 40:22)

اگر یہ شرائط پوری ہوں اور ایک واجب الاطاعت امام کے سایہ تلے آپ کو دفاعی جنگ لڑنا پڑے تو رب کائنات کا یہ وعدہ ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ

(سورۃ الحج 40:22)

ہاں! جنگ کا آخری نتیجہ ثابت کرے گا کہ یہ جنگ آپ نے قرآن اور سنت کی غلامی میں کی ہے یا محض نفس کے تکبر اور انانیت اور دیگر دنیوی مفادات کی خاطر۔

جماعت احمدیہ نے مادرِ وطن کی حفاظت کے لئے ہمیشہ صف اوّل کی قربانیاں پیش کیں۔لیکن وائے افسوس جو لوگ ہمیں مطعون کرتے تھے کہ ہم جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں وہ یہ برداشت نہ کرسکے کہ احمدی مارِ دِوطن کی حفاظت کریں۔وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ

اجمال اس تفصیل کی یہ ہے کہ کشمیر کی حفاظت کے لئے تقسیم ہند کے بعد جماعت احمدیہ نے رضا کارانہ طور پر فرقان فورس کے نام سے عظیم الشان قربانیاں پیش کیں اور سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی تحریک پر ہزاروں احمدی نوجوان اپنے کاروبار چھوڑ کر محاذ جنگ پر گئے اور ان کی شہادتوں اور قربانیوں کا اعتراف افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف اور دیگر ذمہ دار حکام نے کیا اور جماعت احمدیہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔یہ رضا کار وہ تھے جن کے تمام اخراجات جماعت احمدیہ نے برداشت کئے۔کسی کی تنخواہ حکومت سے وصول نہیں کی۔سیّدنا حضرت خلیفۂ ثانیؓ نے اپنے کئی لختِ جگر محاذ جنگ پر بھجوائے۔انہیں دنوں میں 14/جولائی 1948ء کو ان مخصوص حالات میں دفاع کشمیر کے ذیل میں حضرت خلیفہ ثانی نے ایک منظوم کلام میں ارشاد فرمایا

ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا
سونے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تدبیر کا
کاغذی جامہ کو پھینک اور آہنی زرہیں پہن
وقت اب جاتا رہا ہے شوخی تحریر کا

مدتوں کھیلا کیا ہے لعل و گوہر سے عدو
اب دکھادے تو ذرا جوہر اُسے شمشیر کا

(کلام محمود۔ الفضل 14 / جولائی 1948ء)

یہ کیسے اچنبھے کی بات ہے کہ دفاع وطن کیلئے جس جماعت نے ایسی بے لوث قربانیاں پیش کیں اس پر جہاد کی حرمت کا الزم لگانے والے اپنے نعمت کدوں میں بیٹھے پیچ وتاب کھانے لگے۔ ایک احراری نمائندہ نے اپنے غصہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا اور نہایت گھناؤنا اور شرمناک الزام لگایا کہ

''جب مرزائیوں کے نام نہاد نبی نے ہمیشہ کے لئے جہاد کو حرام قرار دے دیا ہے تو کیا کشمیر میں محض مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور انہیں دھوکا دینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔''

(''آزاد'' کانفرنس نمبر، 26 / دسمبر 1950ء صفحہ 10 کالم 4)

حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ پکار پکار کر فرما رہے تھے کہ:۔

''اِس زمانہ میں جہاد، روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزمات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔''

پھر فرماتے ہیں:۔

''یہی جہاد ہے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔''

(مکتوب بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ 66 مؤلفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل ہلال پوریؒ)

''جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے'' کے الفاظ سے یہ بات کلی طور پر عیاں ہے کہ مخصوص حالات میں جہاد کی ممانعت ہے۔ جب بھی یہ حالات تبدیل ہوں گے۔ امام وقت کے اذن سے جہاد کی حلت کا اعلان ہو جائے گا۔

جماعت احمدیہ پر الزام لگانے والے متشدد علماء کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اگر ہم مادرِ وطن کے لئے سر بکف ہو کر قربانیاں دیں تو فکر سے ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ کہتے ہیں ان کا کلمہ اور ہے اور جب ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ سینوں پر سجاتے ہیں تو ان کے خون کھول اٹھتے ہیں۔ پاکستان میں ہزاروں مقدمات احمدیوں پر اس لئے کئے گئے کہ یہ تو کلمہ طیبہ کو سجا کر کلمہ کی توہین کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ احمدی حج نہیں کرتے اور حج سے روکنے کے لئے حکومتوں پر زور دے کر خود ہی پابندیاں بھی لگاتے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور خونی مہدی

اسی قسم کی ایک دلچسپ صورت حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پیدا ہوئی اس کی تفصیل مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 101 تا 114 میں بیان کی گئی ہے۔ اس

کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو دن رات مجالس میں خونی مہدی اور مسیح کی آمد کا پرچار کرتے نہیں تھکتے تھے اور پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کو بار بار یہ سبق دیتے تھے کہ مہدی معہود ضرور آئے گا اور وہ خلیفۂ وقت اور صاحب السَّیْفِ وَالْاَمْر ہوگا جو تلوار کے ساتھ دین کو پھیلائے گا۔ لیکن انہوں نے درپردہ نہایت خیانت اور دروغ گوئی سے گورنمنٹ کو یقین دلایا کہ وہ اس مہدی کے آنے کے منکر ہیں جو بنی فاطمہ سے آئے گا اور کافروں سے لڑے گا۔

چنانچہ انہوں نے 14/اکتوبر 1898ء کو خفیہ طور پر اپنے رسالہ اشاعت السنہ کا ایک ایڈیشن انگریزی میں نکالا جس میں گورنمنٹ کو مخاطب کر کے حضرت اقدس کے بارہ میں یہ لکھا کہ یہ شخص جو مدعی مہدویت ہے۔ یہ مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ جب یہ طاقت پکڑ جائے گا تو گورنمنٹ سے ایسی ٹکر لے گا کہ مہدی سوڈانی گورنمنٹ کو بھول جائے گا۔ گونمنٹ کو چاہئے کہ فوراً اس شخص کو گرفتار کرے۔ اور اپنی نسبت لکھا کہ میں چونکہ کسی ایسے مہدی کی آمد کا قائل نہیں ہوں اور ایسی تمام حدیثوں کو مجروح جانتا ہوں جن میں مہدی کی آمد کا ذکر ہے اس لئے میں اس کی مخالفت کرتا رہتا ہوں۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی دوغلی اور منافقانہ حالت سے پردہ اٹھانے کے لئے 29/دسمبر 1898ء کو علمائے پنجاب اور ہندوستان سے ایک اشتہار کے ذریعہ فتویٰ طلب کیا کہ ایسا شخص جو مہدی کے وجود سے منکر ہو اس کے حق میں تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ ہندوستان کے چوٹی کے علماء اس سے یہ سمجھے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب

خود مہدی ہونے کے دعویدار ہیں اس لئے لازماً کسی دوسرے مہدی کی آمد کے منکر ہوں گے چنانچہ انہوں نے نہایت شدومد کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں ایسے شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج، کافر، دجال، بے ایمان، مفتری، کذاب، جہنمی، ضال اور مضل ہے۔

ان فتویٰ صادر کرنے والوں میں شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبد الحق غزنوی، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبد اللہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولوی عبد العزیز لدھیانوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی محمد یعقوب دہلوی اور دیگر نامدار علماء شامل تھے۔

جب یہ فتویٰ شائع ہوگیا تو اس کے صرف 8 یوم بعد سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے 6 جنوری 1899ء ''کو ضمیمہ اشتہار ہذا'' کے عنوان سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی خط وکتابت شائع فرمادی جس میں انہوں نے حکومت کو یقین دلایا تھا کہ مہدی سے متعلق تمام حدیثیں جھوٹی ہیں کسی مہدی وہدی نے نہیں آنا اور نہ ہی اس نے حکومت کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ ایسی تمام احادیث غلط اور نادرست ہیں اور یقینی طور پر وضعی اور جھوٹی ہیں۔ نمونہ کے طور پر اس کی چند سطور مع ترجمہ ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔

The following is a list of articles in the ishat-us-Sunnah wherein the illegality of rebellion against or opposition to the Govt. and the true nature of jehad is explained.

ترجمہ: ذیل میں فہرست اُن مضامین اشاعت السنہ کی ہے جن میں گونمنٹ کی مخالفت اور اس کے برخلاف بغاوت کا ناجائز ہونا اور جہاد کی اصل حقیقت کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد شیخ محمد حسین ایک ایک دو دو سطر میں نتیجہ اور لب لباب ان مضامین کا دیتا ہے جو اس نے مذکورہ بالا غرض کے لئے 1869ء سے لے کر 1896ء تک لکھے۔ ان ہی مضامین میں وہ مہدی کے متعلق مضامین کا ذکر کرتا ہے جن کا وہ لب لباب صفحہ 5 میں اس طرح پر درج کرتا ہے۔

Criticism of traditions regarding the Mehdi and arguments showing their incorrectness.

ترجمہ: ان حدیثوں پر جرح کی گئی ہے جو مہدی کے متعلق ہیں اور دلائل دیئے گئے ہیں جن سے ان حدیثوں کا غلط اور نادرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔

Questioning the authenticity of traditions describing the signs of the Mehdi.

ترجمہ:۔ جن حدیثوں میں مہدی کی علامات دی گئی ہیں اُن کے غیر وضعی ہونے پر شبہ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 107-106 مطبوعہ لنڈن)

جونہی یہ ضمیمہ اشتہار شائع ہوا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شرم سے زمین میں گڑ گئے اور ان کی منافقت الم نشرح ہوگئی کہ انگریزی حکومت سے جاگیر ہتھیانے

کے لئے اپنے اور اپنے تمام ہم عصر علماء کے متفقہ عقیدہ کے برعکس صاف خونی مہدی کے ظہور سے انکار کر دیا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 101 تا 114)

گو ہمارے نزدیک یہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم الشان اُسلوب جہاد کا اعجاز ہی تھا کہ اہل حدیث کا ایسا اکھڑ اور کج راہنما، خواہ حکومت سے حصولِ جاگیر کے لئے ہی سہی، خونی مہدی اور مسیح کے عقیدہ سے منحرف ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے زبردست علم کلام کے سامنے سر اطاعت خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

والحق ما شهدت به الاعداء۔

یہاں ہم ایک انتہائی اہم جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں یہ جائزہ سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور سیرۃ النبیؐ از جناب شبلی نعمانی کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

ہم سب کا ایمان ہے کہ جہاد سے متعلق عظیم الشان پر حکمت تعلیم شارع اسلام سیدی مکی ومَدَنی سرکار دو عالم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر پہ نازل ہوئی اور جہاد کا سب سے اعلیٰ اور اکمل اور ارفع عرفان ہمارے سید و مولا کو نصیب ہوا اور آپ ہی نے اپنے پاک نمونہ سے شریعت حقہ کے اس حکم پہ عمل فرما کے امت کے لئے ہمیشہ کے لئے ایک حسین قابل تقلید اسوہ حسنہ کی بنیاد رکھی۔

ایک فہیم انسان یہ جان کر حیرت واستعجاب کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد جس کی طرف آج ساری امت کو علمائے اسلام بڑے شد و مد سے دعوت دے

رہے ہیں یعنی جہاد بالسیف ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد میں بنفس نفیس اپنی 63 سالہ زندگی میں صرف 126 یوم شریک ہوئے ۔ اوراس جہاد بالسیف کی غرض سے آپ نے 290 ایام تک سفر کیا۔ گویا 22 ہزار چھ صد اسی (22680) دنوں میں سے آپ کل 126 دن جہاد بالسیف میں مصروف رہے۔

اگر 63 سال کی جگہ دعویٰ کے بعد کی 23 سالہ زندگی کے دن شمار کریں تو ان کی تعداد 8395 کے قریب بنتی ہے۔ اب اگر سرکار دو عالم ساری زندگی میں صرف 126 دن عملاً جہاد بالسیف کریں اور جہادی علماء کی ایک ہی رٹ ہو کہ جہاد بالسیف کے لئے کفن سروں سے باندھ لو اور ساری عمر مار دھاڑ کرتے پھرو، غیر نہ ملیں تو اپنوں ہی کی مسجدوں اور امام بارگاہوں پہ قسمت آزمائی کرو۔

تو غور کیجئے کہ اس اسلوب جہاد کو ہمارے سیّد و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے کیا نسبت ہے؟

اس تاریخی جائزہ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت **اظہر من الشّمس** ہو جاتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد بالسیف کو جہاد اصغر قرار دیا تو یہ کوئی فرضی یا جذباتی بات نہ تھی۔ آپ تو ہمیشہ وحی الٰہی کی روشنی میں کلام فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ 63 سالہ زندگی میں آپ نے 126 یوم جہاد بالسیف کیا اور 290 یوم اس جہاد کی خاطر سفر اختیار کیا اور باقی ساری زندگی یعنی 22264 ایام میں آپ

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(سورۃ الجمعہ 62 :3)

کے جہاد میں مصروف رہے۔کیا جہاد بالسیف کو جہاد اصغر قرار دینے کا اس سے بڑا کوئی ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اسلوب جہاد نے آپ کے ماننے والوں میں کیسی پاک تبدیلی پیدا کی اور گزشتہ 100 سال میں جماعت احمدیہ نے کیسی شاندار تاریخ رقم کی یہ داستان بڑی دردناک اور بہت دلآویز ہے۔

جان دینا بہت مشکل کام ہے جبکہ اس کے مقابل پہ جان لینا بہت آسان ہے۔

1904ء میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے سفر سیالکوٹ میں حضورؑ کے ہم سفر حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی بھی تھے۔ بوڑھے کمزور اور منحنی جسم۔ آپ باقی ساتھیوں سے بچھڑ کر پیچھے رہ گئے۔مخالف علماء نے آپ کو نرغہ میں لے لیا۔ زمین پر گرا کر اپنی دانست میں یوں رسوا کرنا چاہا کہ آپ کے منہ میں گوبر ڈال دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے نعرہ مستانہ مارا اور فرمایا

''او برھانا! ایہہ نعمتاں کتھوں'' یعنی اے برہان الدین یہ نعمتیں روز روز اور ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتی ہیں۔

(الفضل 29/مارچ 2003ء صفحہ 4)

14/جولائی 1903ء کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ کابل میں شہید کئے گئے۔آپ کے 50 ہزار جاں نثار مرید موجود تھے۔آپ نے کسی کو حکومت کے خلاف بغاوت کی تحریک نہ فرمائی۔قادیان سے رخصت ہوئے تو فرمایا مجھے بار بار الہام ہوا کہ سرزمین کابل کے لئے اپنے سر کی بازی لگادو۔سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

”ایک گھنٹہ تک برابران پر پتھر برسائے گئے۔حتٰی کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ گیا۔مگرانہوں نے اُف تک نہ کی۔ایک چیخ تک نہ ماری۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ 140)

1974ء میں جماعت احمدیہ پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔یہ سب ظلم وستم بھٹوصاحب کی حکومت کے ایماء پر علماء کے ساتھ ملی بھگت کے نتیجہ میں ہوئے۔

پاکستان میں سینکڑوں شہروں،قصبوں اور دیہات میں جانوں،مالوں اورعزتوں پر حملے کئے گئے۔درجنوں احمدی شہید ہوئے اور اربوں کی جائیدادیں لوٹی گئیں۔

یکم جون 1974ء کو گوجرانوالہ میں مسجد احمدیہ اور مربی ہاؤس پر حملہ ہوا۔ گوجرانوالہ اور اس کے نواح میں 12 احمدی شہید کئے گئے۔ان میں سے بعض کے کپڑے اتار کر اوپر کی منزلوں سے انہیں سڑکوں اور گلیوں میں گرایا گیا۔8-8 گھنٹے تک ان کی نعشیں بغیر لباس کے پڑی رہیں۔علماء اس طرح گویا نفاذ اسلام کر رہے تھے۔اس روز جب مربی ہاؤس پر دھاوا بولا گیا اور غریب مربی کے بستر،کپڑے، کرسیاں،چارپائیاں شرکائے جلوس اٹھا اٹھا کر بھاگنے لگے۔کسی کے ہاتھ پنکھا لگا تو کسی کے ہاتھ چولہا اس موقع پر حضرت سید احمد علی شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے دونوں جوانوں سے جو سامان اٹھا اٹھا کر لیجا رہے تھے پوچھا:۔

بیٹا: جو لے جانا ہے لے جاؤ۔لیکن بتاؤ تو سہی کہ یہ سلوک ہم سے کیوں کر رہے ہو۔آخر ہمیں یہ کس گناہ کی سزا دی جارہی ہے۔

ایک نوجوان: اماں جی آپ کا کلمہ جو اور ہے!

مربی صاحب کی بیگم: ہمارا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ بیٹا بتاؤ تمہارا کلمہ کیا ہے؟

نوجوان اپنے ساتھی سے: مجھے تو کلمہ نہیں آتا بتاؤ ہمارا کلمہ کیا ہے؟

ساتھی شرمندہ ہوکر: کلمہ تو مجھے بھی نہیں آتا۔

(خطاب حضرت سید احمد علی شاہ صاحب 5 ستمبر 1993ء اسلام آباد ٹلفورڈ)

انہی دنوں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بار بار جماعت کو یہ نصیحت فرمائی کہ ان لوگوں کے ظلم کے جواب میں کوئی ظلم نہ کرو۔

تم دیکھو گے کہ ان کی نسلیں آغوش احمدیت میں سکون تلاش کریں گی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرح ہم بھی اس وقت مکی دور سے گذر رہے ہیں۔ صبر اور دعاؤں سے کام لیں پھر پاکستان میں ہماری مظلومیت اور ہمارے ردعمل کو دیکھ کر لاکھوں افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ ہمارا لاکھوں کا بجٹ کروڑوں اور اربوں میں تبدیل ہوا اور احمدیت عجیب شان کے ساتھ سرو قد ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

انہیں دنوں ایک علاقہ میں مولویوں نے حکومت کے شہ پر لوٹ مار شروع کی تو حکومت کی ایک بڑی پوسٹ پہ فائز ایک احمدی نے چیف منسٹر۔ مسٹر رامے کو متنبہ کیا کہ اگر احمدیوں نے بھی اس ظلم سے تنگ آ کر آگوں کے مقابلہ پر آ گیس لگانا شروع کیں اور معصوم احمدیوں کی شہادتوں کے بدلے لینے شروع کئے تو حکومت کے لئے حالات کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ جونہی یہ بات امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا

ناصر احمد صاحب کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:۔

ہمارا کوئی ردعمل قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوگا۔ ہم کسی معصوم اور بے قصور سے اپنا انتقام نہیں لیں گے۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:۔

ہمارا انتقام Sweet Revenge ہوگا یعنی ہم ظلم کا جواب عفوودرگزر اور محبت سے دیں گے۔

1974ء میں جب حکومت نے سیاسی اغراض کے لئے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا تو بڑی بے تابی سے اس جستجو میں محو ہوگئی کہ دیکھیں اب اس جماعت کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ اُدھر امام وقت مسلسل جماعت کو دعاؤں اور عفو درگزر کی تلقین فرما رہے تھے۔ حکومت اس پر سخت پریشان تھی۔ اس موقع پر حضرت خلیفہ ثالثؒ نے ایک سبق آموز کہانی سنائی۔ فرمایا کسی نے ایک اندھے کو کھانے پر مدعو کیا۔ دونوں کھانے کی میز پر کھانا کھانے لگے تھوڑی دیر کے بعد اندھے کو خیال آیا کہ کہیں میرا محسن میزبان مجھ سے زیادہ نہ کھا رہا ہو۔ لہذا اندھے نے تیزی سے کھانا شروع کیا اس پر میزبان نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے پھر اندھے کو وہم ہوا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا ممکن ہے میرا ساتھی اس سے بھی تیزی سے کھا رہا ہو۔ چنانچہ اندھے نے اور جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا۔ میزبان اس کی یہ حالت دیکھ کر مسکراتا رہا پھر اندھے کو خیال آیا کہ ہوسکتا ہے ان کا ساتھی دونوں ہاتھوں سے کھا رہا ہو۔ چنانچہ اندھے نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔

فرمایا جس طرح اس اندھے کو شرم نہیں آتی تھی اسی طرح ہمارے مخالفوں کی شرم وحیا کا جنازہ نکل چکا ہے۔خود ہی یک طرفہ ہم پر الزام عائد کیا۔خود ہی منصف بن بیٹھے اور خود ہی فیصلہ بھی دے دیا اور اب اس ٹوہ میں ہیں کہ ہم کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔فرمایا:۔

ہمارا ردعمل قرآن وسنت میں تلاش کرو۔

انتم الاعلون ان کنتم مومنین(3:140)

چنانچہ جب ہمارے خدا کو غیرت آئی تو یہ کشکول لے کر دنیا بھر میں زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن کوئی ان کے کام نہ آیا۔

ہاں جسے سولی پر کھینچ کے مارا گیا وہ بھی شہید بن بیٹھا اور بعد میں مارنے والا بھی جب اس کی خاک اڑا دی گئی۔وہ بھی شہید!!!

من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو۔ الکفر ملة واحدة

ضلع سرگودہا کے ایک علاقہ سے اطلاع آئی کہ احمدیوں کے گھروں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔بچوں کو دودھ نہیں مل رہا۔گھروں میں سقے پانی نہیں لے جا سکتے خاکروبوں پر اتنا دباؤ ہے کہ وہ احمدیوں کے گھروں میں صفائی کے لئے نہیں آسکتے۔

سیدنا حضرت خلیفہ ثالثؒ نے فرمایا کہ صبر کرو اور دعائیں کرو۔ پھر پیغام آیا کہ حالات بہت مخدوش ہیں۔ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ اگر تم مرتد نہ ہوئے تو ہم تمہاری عورتوں کو بے آبرو کریں گے۔

(کوئی علماء سے پوچھے یہ نفاذ اسلام کا انوکھا اسلوب انہوں نے کس سے سیکھا؟)

اس پر سیدنا حضرت خلیفہ ثالثؒ نے بڑے جلال سے فرمایا کیا تمہاری عورتوں کی عزتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سے بعض کی نافوں میں ظالم دشمن نے نیزے مار کر انہیں شہید کر دیا تھا لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ لہذا صبر کرو اور دعائیں کرو۔ خدا آسمان سے تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کو نازل فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

احمدیت کے شدید معاند جناب مولانا ظفر علی خان صاحب کے آخری ایام میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ان کے ساتھ کیسے سلوک فرمایا اس بارہ میں جناب احتجاج علی زبیری پروٹوکول آفیسر رقم طراز ہیں۔

''1956ء میں مَیں مری میں متعین تھا اس سال پہلی بار امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد زیورچ سے علاج کے بعد۔۔۔ مری تشریف لائے تھے انہیں ایک کوٹھی۔۔۔ خیبر لاج نامی الاٹ کی گئی تھی جس کا قبضہ مجھے دینا تھا میں نے اس کوٹھی کا ان کے نمائندے کو اس وقت تک قبضہ نہ دیا جب تک ان سے پورا کرایہ وصول نہ کر لیا کہ محکمے کے ان دنوں ایسے ہی احکام تھے بعد میں مجھے معلوم ہوا جب یہ بات مرزا صاحب تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

''میں خوش ہوں کہ انہوں نے اپنے فرائض دیانتداری سے انجام دیئے جب کہ حکومت کا قاعدہ یہ ہے کہ کرایہ پیشگی ادا کیا جائے تو آپ نے ادائیگی سے پہلے کوٹھی کا قبضہ لینے کا مطالبہ ہی کیوں کیا؟''

اس کے چند دن بعد ایک روز میرا ایک انسپکٹر گھبرایا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''۔۔۔۔باہر مولانا کی موٹر آئی ہے۔مولانا بیمار بلکہ نیم بے ہوش ہیں اور ان کی بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ الاٹ شدہ کوٹھی کا قبضہ ان کو دے دیا جائے۔کرایہ کا چیک بعد میں دیا جائے گا۔''

چونکہ ان دنوں حکومت نے سختی سے تاکید کی تھی کہ تمام کرایہ کی پیشگی وصولی کئے بغیر کسی کو کوٹھی کا قبضہ نہ دیا جائے خواہ الاٹی کوئی ''وی۔آئی۔پی''ہی کیوں نہ ہو اس لئے میں نے پوچھا۔

''بھی کون مولانا ہیں؟ ہم کرایہ وصول کئے بغیر قبضہ کیونکر دے سکتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی دفتر سے باہر نکل آیا کہ خود معلوم کرسکوں کہ کون صاحب ہیں؟ موٹر کے نزدیک گیا تو بیگم صاحبہ نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ

''مولانا کی طبیعت زیادہ خراب ہے آپ کوٹھی کا قبضہ دے دیجئے۔ بعد میں کرایہ ادا کردیا جائے گا۔''

مجھے جونہی یہ معلوم ہوا کہ یہ مولانا ظفر علی خان ہیں تو فوراً انسپکٹر کو حکم دیا کہ ابھی جا کر قبضہ دے دو اور ساتھ ہی میں نے دفتر آ کر ایک دوست کو فون کیا کہ مجھے چھ سو روپئے کی فوری ضرورت ہے۔اتنا ہی کرایہ تھا کوٹھی کا۔۔۔کچھ دیر بعد رقم آ گئی اور میں نے اسے مولانا کے حساب میں جمع کرادیا اور خود کوٹھی پر پہنچا اور خاتون محترم سے عرض کیا کہ۔

''۔۔۔میں ان کوٹھیوں کا افسر انچارج ہوں اور میرا فرض ہے کہ ایسے وقت میں آپ کی خدمت کروں اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتو بلا تکلف ارشاد فرمائیں۔''

محترمہ نے کچھ کرسیوں، ایک سونے کا پلنگ، کموڈ اور دریوں کا مطالبہ فرمایا جو فوراً پورا کر دیا گیا۔اس کے بعد ایک بار پھر میں نے عرض کیا کہ جس وقت بھی کسی چیز کی ضرورت پڑے بلا تکلف مجھے حکم بھجوا دیا جائے اور میں چوکیدار کو خاص طور پر ہدایت کر کے واپس اپنے دفتر آ گیا کہ وہ مولانا اور ان کی فیملی کا خاص خیال رکھے۔

عبرت کی جاھے........

جس کوٹھی میں میری رہائش تھی وہ کاٹیج، پہاڑی کے اوپر واقع تھا اور سامنے مولانا کی کوٹھی تھی درمیان میں سڑک تھی میں ہر روز صبح دفتر جاتے ہوئے مولانا کی مزاج پرسی کرتا، گھر سے کسی ضرورت کے بارے میں دریافت کرتا، دفتر سے واپسی پر بھی میرا یہی معمول تھا میں نے ہی نہیں، سینکڑوں (بلکہ ہزاروں بھی کہوں تو جھوٹ نہ ہوگا) افراد نے دیکھا کہ مولانا کو ان کا ایک نوکر (جو غالباً پٹھان تھا) ہر روز صبح کوٹھی کے لان میں کرسی پر بٹھا دیا کرتا تھا اور کرسی کے ساتھ لگی پیٹی مولانا کی کمر سے باندھ دیتا تھا تاکہ مولانا بے ہوشی یا نیم بے ہوشی میں کرسی سے گر نہ پڑیں۔ مولانا غروب آفتاب تک اسی لان میں کرسی پر تن تنہا پڑے رہا کرتے اور کبھی کسی نے ان کے پاس گھر کا آدمی تو کیا خدمت گار بھی نہ دیکھا۔

مولانا کی اس وقت حالت یہ تھی (جس کا ہزاروں افراد نے مشاہدہ کیا) کہ وہ نہ بول سکتے تھے نہ چل پھر سکتے تھے اور نہ اٹھ بیٹھ سکتے تھے مجبور اور معذور تھے۔ منہ سے ہر وقت رال ٹپکتی رہتی تھی اسی طرح پیشاب پاخانہ نکل جاتا اور انہیں سنبھالنے والا وہاں کوئی نہ ہوتا میرے پڑوس کی کوٹھی میں ایک کرنل صاحب رہا کرتے تھے جن کو میں اپنے کاٹیج سے، مولانا کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا کرتا تھا۔

''۔۔۔۔دیکھو۔ یہ وہ شخص ہے جو جب جلسوں میں بولتا تھا۔ تو کوئی اس کا ثانی نہ تھا اس کا قلم تلوار اور زبان للکار تھی اس کی شہرت ہندوستان و پاکستان میں خود ایک مثالی تھی مگر آج اسی شخص کا یہ حال ہے کہ کوئی پوچھنے والا اور دیکھنے والا بھی نہیں۔''

میرے یہ کہتے ہی کرنل صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے''

ڈاکٹروں کا جواب

ایک روز جب میری ڈیوٹی بطور پروٹوکول افسر تھی اور مجھے ایک اعلیٰ افسر سے ملنے کے لئے سرکٹ ہاؤس جانا تھا۔۔۔۔میں اپنے معمول کے مطابق مولانا کی کوٹھی پر گیا۔۔۔کہ وہاں جانا اوران کے پاس ہی گنداور بدبو کی پروا کئے بغیر بیٹھ جانا اور ان کے پاؤں دباتے ہوئے دل ہی دل میں افسوس کرنا کہ ایک عظیم راہنما کے آخری ایام کس کسمپرسی سے گزرر ہے ہیں۔ میرے روز کے پروگرام کا ایک حصہ بن چکا تھا۔۔تو دیکھا کہ مولانا کمرے میں بستر پر بے ہوش پڑے ہوئے ہیں تمام بستر بدبو سے اٹا پڑا ہے میں نے کوٹھی کے دوسری طرف جا کر زورزور سے آوازیں دیں تو بہت دیر کے بعدنسوانی آواز آئی۔۔۔۔میں نے کہا۔

’’۔۔۔۔مولانا کی حالت بہت خراب معلوم ہوتی ہےاورانہیں دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔‘‘

اندر سے آواز آئی۔۔۔۔’’کسی ڈاکٹر کولا کر دکھا دیں۔‘‘

یہ سن کر مارے حیرت کے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔مولانا کی کوٹھی کشمیر پوائنٹ جی پی او کے قریب تھی اور میں سرکٹ ہاؤس (پنڈی پوائنٹ) کی طرف جارہا تھا میں نے جاتے ہوئے تین ڈاکٹروں سے جومیرے دوست تھے درخواست کی کہ وہ جلد جا کر مولانا ظفر علی خان کو دیکھیں۔ واپسی پر میں نے باری باری تینوں سے دریافت کیا۔۔۔کیوں بھئی مولانا کو دیکھ آئے ہو۔۔۔توسب نے ایک ہی جواب دیا۔

''زبیری صاحب! ڈاکٹر لوگ گندگی وغیرہ سے تو نہیں گھبراتے۔ یہ ہمارا رات دن کا کام ہے مگر وہاں تو کوئی ہے ہی نہیں جس سے کچھ پوچھیں یا جو کچھ بتائے' بس آوازیں دے دے کر واپس آ گئے ہیں۔''

یہ سن کر مجھے اتنا صدمہ اور دُکھ ہوا کہ جس کا اظہار لفظوں میں کرنا میرے بس میں نہیں اس وقت رات کے ساڑھے دس بج چکے تھے۔ میرے دل میں نجانے کیا آئی میں وہاں سے سیدھا خیبر لاج پہنچا اور کسی نہ کسی طرح مرزا صاحب تک شرف باریابی حاصل کیا۔ مرزا صاحب اس وقت قرآن کریم کی تفسیر لکھوانے میں مصروف تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔

''زبیری صاحب آپ کیسے آئے اس وقت؟''

میں نے عرض کی۔ ''حضور! تخلیے میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے کندھے پر دست شفقت رکھتے ہوئے مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے میں نے بہت رکتے جھجکتے۔۔۔۔ مختصر فقروں میں عرض کیا۔

''۔۔۔حضور حضرت مولانا ظفر علی خان بہت بیمار ہیں۔ انہیں دیکھنے والا اور ان کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں۔ تین ڈاکٹروں کو بھجوایا تھا لیکن اہل خانہ کے عدم تعاون کی وجہ سے کوئی مدد نہیں کر سکے۔

۔۔۔یہ کہتے ہوئے میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔''

مرزا صاحب نے فوراً اپنے بیٹے ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو آواز دی وہ آ گئے تو پوچھا کہ ہمارے ساتھ اس وقت کتنے ڈاکٹر ہیں؟ اب یہ یاد نہیں رہا کہ

انہوں نے کتنی تعداد بتائی۔۔۔۔۔دراصل جب آپ زیورچ سے مری تشریف لائے تھے تو ڈاکٹروں کی ایک کھیپ نے اپنا وقت آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا پھر آپ نے چند ڈاکٹروں کا نام لے کر حکم فرمایا کہ۔

''یہ ڈاکٹر آج سے مولانا ظفر علی خان کا علاج کریں گے۔۔۔جاؤ ان سے کہہ دو کہ فوراً مولانا کو جا کر دیکھیں۔۔۔۔جس دوائی کی ضرورت ہو وہ بازار سے خرید یں۔ جو دوائی مری سے نہ ملے اسے میری موٹر لے کر پنڈی سے لائیں علاج کا سارا خرچہ میں ادا کروں گا۔''

میرے منہ سے یہ ارشاد سنتے ہی نکلا۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ جب تک مولانا بیمار ہیں یہ سب ان کی تیمار داری کریں گے۔ ان کے آرام کا خیال رکھیں گے، سبحان اللہ۔۔۔''اب تم میری فکر نہ کرو بلکہ مولانا کا دھیان رکھو''۔۔۔بے شک یہ ظرف خدائے دو جہاں صرف اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

اپنے مرشد و آقا کی خدمت کے لئے آئے ہوئے ڈاکٹر یہ حکم سنتے ہی فوراً مولانا ظفر علی خان کی خدمت میں پہنچ گئے کچھ دوائیاں دیں پھر کچھ انجیکشن لگائے اور اس وقت تک وہاں سے نہ ہلے جب تک آپ کی طبیعت نہ سنبھل گئی جب دوسری صبح ڈاکٹروں کی یہ ٹیم بعض احمدی حضرات کے ساتھ مولانا کی کوٹھی کی طرف چلی تو میں بھی ساتھ ہولیا۔

مولانا حسب سابق تن تنہا ایک کرسی پر جس کے چاروں طرف ایک پٹی بندھی ہوئی تھی سر لٹکائے بیٹھے تھے منہ سے رالیں گر رہی تھیں پاجامہ پاخانے سے بھرا ہوا تھا

اوراس قدر بد بواور تعفن تھا کہ کھڑا ہونا دشوار تھا اور مولانا کے چاروں طرف مکھیوں کی بھنکار اور بھنبناہٹ تھی۔

مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے جھک کر مولانا کو بتایا کہ حضرت صاحب نے یہ ڈاکٹر صاحبان آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں اور آپ کے علاج پر مامور فرمائے ہیں۔مولانا نے یہ سن کر ایک بار سر اٹھایا اور جیسے کہا ہو کہ۔۔۔۔''ہیں!''۔۔۔مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے انہیں پھر قدرے بلند آواز میں بتایا کہ یہ ڈاکٹر صاحبان آپ کی خدمت کے لئے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بھیجے ہیں اور انہیں آپ کے علاج۔۔۔۔خدمت اور تیمارداری پر۔۔۔۔مامور فرمایا ہے۔

یہ سنتے ہی مولانا نے ایک بار پھر سر اٹھایا۔۔۔۔اوراس کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا جیسے ان کا ہر آنسو کہہ رہا ہو۔۔۔۔۔کہ آج کہاں گئے میرے مداح اور نعرے لگانے والے۔کہاں غائب ہو گئے ہیں زمنیدار اخبار کی کمائی کھانے والے۔۔۔۔۔یہ منظر دیکھ کر میری زبان پر بھی وہی مصرعہ جاری ہو گیا جو میرے پڑوسی کرنل صاحب مولانا کی اس کسمپرسی میں دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

پھر یہ ڈاکٹر صاحبان اس وقت تک مولانا کی خدمت پر مامور رہے جب تک مولانا مری میں قیام فرمارہے یہاں تک کہ وہاں سے اپنے آبائی گاؤں کرم آباد

تشریف لے گئے۔

(ہفت روزہ مہارت 15،21 دسمبر 1995ء)

ہمارے قارئین کرام غور فرماویں کہ دنیا کی کونسی طاقت ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اس اُسلوبِ جہاد کو شکست دے سکے۔

بابِ دوئم

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اُسلوب جہاد پہ اب ہم ایک دوسرے پہلو سے روشنی ڈالتے ہیں۔

آپؑ کے اسلوب جہاد سے متعلق یہ اہم پہلو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ آپ جہاں مدمخالف سے تحریری یا زبانی مباحثہ، مناظرہ یا گفتگو فرماتے ہوئے انتہائی ملائمت اور تمام تر آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے وہاں عقلی و نقلی محکم دلائل کے ساتھ ایسا جواب دیتے تھے کہ ایک غیر متعصب انسان حضورؑ کے جواب سے سر مو انحراف نہیں کر سکتا تھا۔

اس کی چند ایک مثالیں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔(یہ تمام حوالے ہم حیاتِ طیبہ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل طبع اول اگست 1959ء سے پیش کر رہے ہیں)

1۔ حضرت اقدس کے قیام سیالکوٹ کے دوران پادری بٹلر صاحب ایم اے اکثر حضور کے ساتھ مذہبی مباحثے کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح ناصری کے بے باپ پیدا ہونے میں یہ سر تھا کہ وہ مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے۔ پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے؟ علاوہ ازیں بائبل کے مطابق تو عورت ہی نے آدم کو گناہ کی ترغیب دی تھی۔ پس چاہئے تو یہ تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بری رہتے۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہو گئے۔ (صفحہ 23)

2۔ براہین احمدیہ کی تصنیف کا ایک باعث یہ تھا کہ عیسائیوں کے علاوہ آریہ سماجی اور برہمو سماجی اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دلآزار حملے کر کے مسلمانوں کے خلاف منافرت کی فضا پیدا کر رہے تھے۔

حضورؑ نے اس شدت سے سوامی دیانند بانی آریہ سماج اور بابا نرائن سنگھ سیکریٹری آریہ سماج امرتسر اور پنڈت کھڑک سنگھ کو دلائل و براہین کے ساتھ لاجواب کیا کہ پنڈت کھڑک سنگھ جو پر جوش آریہ سماجی تھے نہ صرف یہ کہ انہوں نے آریہ سماج سے توبہ کر لی بلکہ اسے چھوڑ کر عیسائی بن گئے۔ اور اخباروں میں صاف صاف شائع کر دیا کہ وید علوم الٰہی اور راستی سے بے نصیب ہیں اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتے۔ (صفحہ 45)

اسی طرح لاجواب ہو کر پنڈت دیانند نے بھی اپنے بعض کلیدی عقائد سے

توبہ کرلی۔

3۔ مباحثہ لدھیانہ کے دوران موضوع زیر بحث یہ تھا کہ کیا قرآن کریم حدیث پر مقدم ہے یا حدیث قرآن کریم پر۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اہل حدیث تھے اور حدیث کو قرآن پر مقدم قرار دیتے تھے۔ اوراسی کی رو سے حیات مسیح کو ثابت کرنے پر زور دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب بخاری کی یہ حدیث پیش فرمائی کہ جو حدیث معارض قرآن ہو وہ چھوڑ دی جائے اور قرآن کو لے لیا جائے'' اس پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بڑے غصہ میں کہا کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ اور جو یہ حدیث بخاری میں ہو تو میری دونوں بیویوں پر طلاق ہے۔ اس طلاق کے لفظ سے تمام لوگ ہنس پڑے اور بعد میں کئی روز تک لوگوں سے مولوی صاحب کہتے رہے کہ نہیں نہیں میری دونوں بیویوں پر طلاق نہیں ہوئی اور نہ میں نے طلاق کا نام لیا تھا۔ اب جو دس بیس سو دو سو کو خبر تھی تو مولوی صاحب نے ہزاروں کو خبر دے دی۔ (صفحہ 83)

4۔ قرآن کریم اور احادیث میں ''توفی'' کا لفظ ذوی العقول کے لئے بیسیوں بلکہ سینکڑوں مرتبہ استعمال ہوا ہے اور حضرات علماء ہر جگہ اس کے معنی قبض روح اور وفات ہی کرتے ہیں لیکن یہی لفظ جب حضرت مسیحؑ کے متعلق آئے تو اس کے معنی زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کے کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے علماء کو چیلنج کیا کہ

''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث سے یا اشعار وقصائد نظم و

نثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ وہ بجز قبضِ روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالاتِ حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 602 تا 605 مطبوعہ لنڈن)

یہ کتاب 1891ء میں لکھی گئی تھی لیکن اب تک ساری دنیا کے کسی عالم، عرب یا غیر عرب کو یہ توفیق نہیں ملی کہ یہ چیلنج قبول کر کے کوئی ایک مثال ہی اس کے خلاف پیش کر سکے۔

(حیات طیبہ صفحہ 87-88)

5۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی ایک واعظِ خوش بیان پرہیز گار اور جیّد عالم تھے۔ مباحثہ لدھیانہ کی وجہ سے حضورؑ کی مخالفت زوروں پر بھی وہ بھی اس مخالفت کی رو میں بہہ گئے اور حیات مسیح سے متعلق تقاریر کرنے لگے۔ ہزاروں لوگ ان کی تقاریر سننے کے لئے جمع ہوتے اور حضرت مرزا صاحب کے خلاف شدید منافرت پھیلتی گئی۔ ایک روز اُسی محلّہ میں ان کی تقریر ہوئی جہاں حضورؑ مقیم تھے۔ اور تقریر کے بعد مولوی صاحب ہزاروں کے جلوس کے ساتھ چلنے لگے، عین حضور کے

مکان کے سامنے ان کی اتفاقاً حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی۔اس کے بعد کیا ہوااس کی تفصیل حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کی زبانی سنیئے۔

''حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور مولوی صاحب نے وعلیکم السلام جواب میں کہہ کر مصافحہ کیا۔خدا جانے اس مصافحہ میں کیا برقی قوت تھی اور کسی مقناطیسی طاقت، کیا روحانی کشش تھی کہ یدُ اللہ سے ہاتھ ملاتے ہی مولوی صاحب ایسے ازخود رفتہ ہوئے کہ کچھ چون و چرانہ کر سکے اور سیدھے ہاتھ میں ہاتھ دیئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مردانہ مکان میں چلے آئے اور حضرت اقدس علیہ السلام کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور باہر مولوی اور تمام سامعینِ وعظ حیرت میں کھڑے ہو گئے اور آپس میں یہ گفتگو ہوئی۔

ایک: ارے میاں یہ کیا ہوا؟

اور مولوی صاحب نے یہ کیا حماقت کی کہ مرزا صاحب کے ساتھ ساتھ چلے گئے؟

دوسرا: مرزا جادوگر ہے۔خبر نہیں کہ کیا جادو کر دیا ہوگا۔ساتھ جانا مناسب نہیں تھا۔

تیسرا: مولوی صاحب دب گئے۔مرزا کا رُعب بڑا ہے۔رُعب میں آ گیا۔

چوتھا: اجی! مرزا صاحب نے جو اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے۔مرزا خالی نہیں ہے۔کیا

یہ دعویٰ ایسے ویسے کا ہے؟

پانچواں: بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرزا روپیہ والا ہے اور مولوی لالچی طامع ہوتے ہیں۔ مرزا نے کچھ لالچ دے دیا ہوگا۔

اور بعض نے کہا: مولوی صاحب عالم فاضل ہیں۔ مرزا کو سمجھانے اور نصیحت کرنے گئے ہیں۔ مرزا کو سمجھا کے اور توبہ کرا کے آویں گے اور دوسرے۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ایسا موقع ملاقات کا اور نصیحت کا بار بار نہیں ملتا۔ اب یہ موقعہ مل گیا۔ مرزا صاحب کو توبہ کرا کے ہی چھوڑیں گے۔

اور عام لوگ کہنے لگے: مولوی پھنس گیا اور پھنس گیا۔ خواہ طمع میں خواہ علم میں۔ خواہ اور کسی صورت سے۔ مرزا بڑا چالاک اور علم والا ہے۔ وہ مولویوں کے گنڈوں پر نہیں ہے۔

مولوی: (ایک زبان ہوکر) مولوی صاحب مرزا کی خبر لینے کو گئے ہیں۔ دیکھنا تو سہی۔ مرزا کی کیسی گت بنتی ہے۔ مولوی مرزا سے علم میں کم نہیں ہے۔ طامع نہیں ہے۔ صاحب روزگار ہے۔ خدا اور رسول کو پہچانتا ہے۔ فاضل ہے۔ مرزا کو نیچا دکھا کے آئے گا اور سوا ان کے جو کچھ کسی کے منہ میں آتا تھا۔ وہ کہتا تھا اور ادھر خدا کی قدرت کا تماشا اور ارادۂ الٰہی میں کیا تھا؟ جب مولوی غلام نبی صاحب اندر مکان کے گئے تو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔

مولوی صاحب: حضرت! آپ نے وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ کہاں سے لیا ہے؟

حضرت اقدس: قرآن شریف سے اور حدیث شریف سے اور علماء ربّانیین

کے اقوال سے۔

مولوی صاحب: کوئی آیت قرآن مجید میں وفاتِ مسیح کے بارے میں ہوتو بتلایئے؟

حضرت اقدس: لو یہ قرآن شریف رکھا ہے۔آپ نے قرآن شریف دو جگہ سے کھول کر اور نشان کاغذ رکھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ایک مقام تو سورۃ آل عمران یعنی تیسرے پارہ کا تیسرا پاؤ اور دوسرا مقام سورۃ مائدہ کا آخری رکوع جو ساتویں پارہ میں ہے۔اول میں آیت

يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ

اور دوسرے میں

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

تھا۔مولوی صاحب دونوں مقاموں کی دونوں آیتیں دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے اور کہنے لگے يُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ بھی تو قرآن شریف میں ہے۔اس کے کیا معنی ہوں گے۔

حضرت اقدس: ان آیتوں کے جو ہم نے پیش کی ہیں اُن کے اور معنی ہیں اور جو آیتیں آپ نے پیش کی ہیں۔اُن کے اور معنی ہیں۔بات یہ ہے کہ یہ اور باب ہے اور وہ اور باب ہے۔ذرا غور کریں اور سوچیں۔

مولوی صاحب: دو چار منٹ سوچ کر کہنے لگے۔معاف فرمایئے۔میری غلطی تھی جو آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے۔قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا: جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں۔

مولوی صاحب رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہچکی بندھ گئی اور عرض کیا کہ یہ خطا کار اور گنہگار بھی حضور کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب روتے رہے اور سامنے مؤدب بیٹھے رہے۔

جب دیر ہو گئی تو لوگوں نے فریاد کرنی شروع کر دی اور لگے آواز دینے کہ جناب مولوی صاحب باہر تشریف لائیے۔ مولوی صاحب نے ان کی ایک بات کا بھی جواب نہ دیا۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو وہ بہت چلائے مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ تم جاؤ۔ میں نے تو حق دیکھ لیا اور حق پا لیا۔ اب میرا تم سے کچھ کام نہیں ہے۔ تم اگر چاہو اور اپنا ایمان سلامت رکھنا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔ اور تائب ہو کر اللہ تعالیٰ سے سرخرو ہو جاؤ اور اس امام کو مان لو۔ میں اس امام صادق سے کس طرح الگ ہو سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا۔ چنانچہ وہ حدیث شریف یہ ہے۔

مَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَلْيَقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامَ

مولوی صاحب یہ حدیث پڑھ کر حضرت اقدسؑ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ کے سامنے یہ حدیث دوبارہ بڑے زور سے پڑھی اور عرض کیا کہ میں اس وقت بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام کہتا ہوں اور میں بھی اپنی طرف سے اس حیثیت کا جو سلام کہنے والے نے سلام کہا اور جس کو جس

حیثیت سے کہا گیا۔ سلام کہتا ہوں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس وقت ایک عجیب لہجہ اور عجیب آواز سے وعلیکم السلام فرمایا کہ دل سننے کی تاب نہ لائے اور مولوی صاحب مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اس وقت حضرت اقدس کے چہرہ مبارک کا بھی اور ہی نقشہ تھا۔ جس کو میں پورے طور سے تحریر میں نہیں بیان کر سکتا۔ حاضرین و سامعین کا بھی ایک عجیب سرور سے پر حال تھا۔ پھر مولوی صاحب نے کہا اولیاء علماء امت نے سلام کہلا بھیجا اور اس کے انتظار میں چل بسے۔ آج اللہ تعالیٰ کا نوشتہ اور وعدہ پورا ہوا۔ یہ غلام نبی اس کو کیسے چھوڑے یہ مسیح موعود ہیں اور یہی امام مہدی موعود ہیں۔ یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ۔ اور مسیح ابن مریم موسوی مر گئے۔ مر گئے۔ مر گئے۔ بلا شک مر گئے۔ وہ نہیں آئیں گے۔ آنے والے آ گئے آ گئے آ گئے۔ بے شک وشبہ آ گئے۔ تم جاؤ یا میری طرح سے آپ کے مبارک قدموں میں گرو تا کہ نجات پاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور رسولؐ تم سے خوش ہو۔

منتظرین بیرون در کو جب یہ پیغام مولوی صاحب کا پہنچا۔ کیا مولوی ملا اور کیا خاص و عام سب کی زبان سے کافر کافر کافر کا شور بلند ہوا اور گالیوں کی بوچھاڑ پڑنے لگی اور سب لوگ منتشر ہو گئے اور بُرا بھلا کہتے ہوئے ادھر اُدھر گلیوں میں بھاگ گئے جو کہتے کہ مرزا جادوگر ہے ان کی چڑھ نبی۔''

(حیات طیبہ صفحہ 89 تا 91)

مباحثہ جنگ مقدس

6- سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مباحثہ جو حضورؑ نے 22/مئی 1893ء سے لے کر 5/جون 1893ء تک امرتسر کے مقام پر پادریوں کے ساتھ کیا۔ (عبد اللہ آتھم، پادری ہنری مارٹن کلارک وغیرہ) جنگ مقدس کے نام سے موسوم ہے۔ اس دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ

''دورانِ مباحثہ میں ایک دن عیسائیوں نے خفیہ طور پر ایک اندھا، ایک بہرہ اور ایک لنگڑا مباحثہ کی جگہ میں لا کر ایک طرف بٹھا دیئے۔ اور پھر اپنی تقریر میں حضرت اقدس کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیجئے یہ اندھے اور بہرے اور لنگڑے آدمی موجود ہیں۔ مسیح کی طرح ان کو ہاتھ لگا کر اچھا کر دیجئے۔ میر صاحب (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ) بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حیران تھے کہ دیکھئے اب حضرت صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر جب حضرت صاحب نے اپنا جواب لکھنا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ میں تو اس بات کو نہیں مانتا کہ مسیح اس طرح ہاتھ لگا کر اندھوں اور بہروں اور لنگڑوں کو اچھا کر دیتا تھا۔ اس لئے

مجھ پر یہ مطالبہ کوئی حجت نہیں ہوسکتا۔ ہاں البتہ آپ لوگ مسیح کے معجزے اس رنگ میں تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ کا یہ بھی ایمان ہے کہ جس شخص میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے وہ وہی کچھ دکھا سکتا ہے جو مسیح دکھاتا تھا۔ پس میں آپ کا بڑا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اندھوں اور بہروں اور لنگڑوں کی تلاش سے بچا لیا۔ اب آپ ہی کا تحفہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ اندھے، بہرے اور لنگڑے حاضر ہیں۔ اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے تو مسیح کی سنت پر آپ ان کو اچھا کر دیں۔ میر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے جب یہ فرمایا تو پادریوں کی ہوائیاں اُڑ گئیں اور انہوں نے جھٹ اشارہ کر کے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

(حیات طیبہ صفحہ 127-128)

7- سکھ مذہب سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت معرکۃ الآراء کتاب ’’ست بچن‘‘ تصنیف فرمائی۔ علاوہ ازیں کئی اور کتب میں بھی اس موضوع پہ نہایت محققانہ ریسرچ پیش فرمائی۔ یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ جس مذہب کے بانی مبانی کے قبول اسلام کو آپ نے پہاڑوں جیسے دلائل سے ثابت کر دیا، بھلا اس مذہب کا باقی کیا بچا۔ چولا حضرت بابا نانک، پوتھی صاحب، حضرت بابا نانک کے مسلمان اساتذہ، مسلمانوں کا آپ کی نماز جنازہ ادا کرنا۔ آپ کا حج بیت اللہ کرنا، مسلمان ملکوں کے سالہا سال کے سفر، مسلمانوں کے مزاروں پہ چلہ کشیاں، بھائی بالا اور بھائی مردانہ کی جنم ساکھیاں، مسلمان عورت سے شادی کرنا، زنار پہننے

(Baptism) کی رسم ادا کرنے سے بچپن میں ہی انکار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

دلائل کا ایک بحرِ بے کراں ہے جن کی رو سے آپ نے حضرت بابا نانک کے بارہ میں ثابت فرمایا کہ آپ فی الواقع اسلام کے شیدائی ولی اللہ صاحب الہام بزرگ تھے۔

-8 22 ستمبر 1895ء کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے آریوں اور عیسائیوں کو مذہبی مباحثوں کی اصلاح کے لئے نوٹس اور گورنمنٹ آف انڈیا کو ایک میموریل بھجوایا۔ اس سے حضورؑ کے طریق تبلیغ اور مخالفین کے خلاف مضبوط بنیادوں پر اتمام حجت کرنے کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضورؑ نے تحریر فرمایا

اوّل۔ کوئی فریق کسی دوسرے فریق پر ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اس کی اپنی الہامی کتاب پر پڑتا ہو۔

دوم۔ ہر فریق اپنی مسلَّم اور مقبول کتابوں کی فہرست شائع کر دے اور کسی معترض کو یہ حق نہ ہو کہ ان کتب سے باہر کسی کتاب کے حوالہ سے اعتراض کرے۔

چنانچہ حضورؑ نے جو مسلّمہ مقبولہ کتابوں کی فہرست شائع فرمائی وہ یہ ہے۔

اول قرآن شریف، دوم بخاری شریف، بشرطیکہ اس کی کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔ سوم۔ صحیح مسلم بشرطیکہ اس کی کوئی حدیث قرآن کریم اور بخاری کے مخالف نہ ہو۔ چہارم۔ صحیح ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، نسائی، ابوداؤد، دارقطنی، بشرطیکہ اس کی کوئی حدیث قرآن کریم اور صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کے مخالف نہ ہو۔

آریوں اور عیسائیوں کو بھی آپ نے لکھا کہ آپ لوگ بھی اپنی مسلّمہ مقبولہ

کتب کی فہرست شائع کر دیں اور فریقین اس امر کی پابندی کریں کہ کوئی ایسا اعتراض ایک دوسرے پر نہیں کریں گے جس کا ثبوت وہ ان کتب سے مہیا نہ کر سکیں۔

ظاہر ہے کہ مذہبی فساد کو روکنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی معقول تجویز تھی۔ آپ نے ہزاروں مسلمانوں کے دستخطوں سے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں ایک میموریل بھی بھیجا۔ مگر افسوس کہ اس وقت گورنمنٹ نے اس طرف توجہ نہ کی۔ البتہ اس کے بہت سالوں کے بعد یہ قانون پاس کیا گیا کہ کسی مذہب کے بانی کو گالی دینا یا اس کی ہتک کرنا قانون کی رُو سے جرم ہے۔

(حیات طیبہ صفحہ 148)

عیسائیوں پر اتمام حجت۔ایک ہزار روپیہ کا انعام

9- 28 جنوری 1887ء کو حضور علیہ السلام نے چھ ہزار کی تعداد میں ایک اشتہار شائع کیا اور تمام مشہور پادریوں کو بذریعہ رجسٹری بھجوایا۔ لیکن کسی نامی گرامی پادری کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضور علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ نے کاسر صلیب کے منصب پر سرفراز فرمایا تھا۔ حضور نے پنجاب سے لے کر یورپ و امریکہ تک عیسائیوں کا پیچھا کیا اور وہ جو کبھی یہ گمان کر کے ہندوستان میں اسلام پر حملہ آوار ہوئے تھے کہ جلدی ہی ایسا وقت آنے والا ہے کہ یہاں مسلمان دیکھنے کو دنیا ترس جائے گی۔ انہیں اپنی جان چھڑانا مشکل ہوگئی۔

حضور نے محولہ بالا اشتہار میں فرمایا:

’’میں اس وقت ایک مستحکم وعدے کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور فوق العادت خوارق سے قوتِ ثبوت اور کثرتِ تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ایک ہزار روپیہ بطور انعام دوں گا۔ میں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلف نہیں ہوگا۔ میں ایسے ثالث کے پاس یہ روپیہ جمع کرا سکتا ہوں جس پر فریق (مخالف) کو اطمینان ہو۔‘‘

(حیات طیبہ صفحہ 158-159)

حضرت مسیح ناصریؑ سے متعلق کسی آیت قرآنیہ یا کسی حدیث مرفوع متصل میں لفظِ ’’آسمان‘‘ دکھانے والے کو 20 ہزار روپیہ تاوان ادا کرنے کا اعلان

10- مسلمان نسلاً بعد نسلٍ خاندانی اعتقاد کی بنا پر یہ یقین کرتے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اور آخری زمانہ میں جو اسلام کے ضعف اور اضمحلال کا زمانہ ہوگا بجسدہ العنصری دمشق کے شرقی جانب آسمان سے

نزول فرماویں گے۔

خدا تعالیٰ نے الہاماً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی کہ اس عقیدہ کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں اور اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے بحیثیت کاسر صلیب حضرت مسیح ناصریؑ کی طبعی وفات سے متعلق عقلی اور نقلی دلائل اس کثرت سے پیش فرمائے کہ آج عرب اور غیر عرب اسلامی ممالک کے فہیم علماء اور سکالرز کی بھاری تعداد آپؑ کے صعودِ جسمانی کے عقیدہ کو ترک کر چکی ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 24 رجنوری 1898ء کو اپنی تصنیف لطیف ''کتاب البریہ'' میں علماء اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے 20 ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیا۔ واضح رہے کہ اس زمانہ کے 20 ہزار روپے ایک خطیر رقم تھی۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

> ''پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد

شہر کر پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور اپنی تمام کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔''

حضرت اقدس کے اس چیلنج کو آج ساٹھ سال (اب تو سو سال ہونے کو ہیں۔ ناقل) سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ حضرات علماء نے ہزار ہا کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ''حیات مسیح'' کے مسئلہ پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، لیکن کسی صاحب کو آج تک یہ توفیق نہیں ہوسکی کہ حضور کے اس چیلنج کو قبول کر کے کوئی ایسی حدیث پیش کرتے جس میں جسم عنصری کے ساتھ حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے اور اترنے کا ذکر ہوتا۔

(حیات طیبہ صفحہ 186)

کیا یہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے علم لدنی اور قلم کا اعجاز نہیں کہ وہ علماء جنہوں نے گزشتہ سو سال میں سینکڑوں، ہزاروں کتب اور رسائل میں حیات مسیحؑ ثابت کرنے کے لئے سعی لاحاصل کی، ایک آیت یا ایک حدیث بھی متذکرہ بالا چیلنج کے مطابق پیش نہ کر سکے جس میں لفظ ''آسمان'' سیدنا حضرت مسیح ناصری کے صعود و نزول

کے بارہ میں استعمال ہوا ہو۔

11- 1898ء کے اوائل میں ایک عیسائی احمد شاہ نے امہات المؤمنین کے نام سے ایک نہایت دلآزار کتاب شائع کی۔ جس سے مسلمانوں کے دل خون اور جگر چھلنی ہو گئے۔ جب وہ گندہ دہن ایک ہزار کتب مسلمانوں میں مفت تقسیم کر چکا تو انجمن حمایت اسلام لاہور نے گورنمنٹ پنجاب کو ایک میموریل بھجوایا کہ یہ کتاب ضبط کر لینی چاہئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور خود ایک میموریل تیار کر کے گورنمنٹ کو بھجوایا۔ حضورؑ نے مسلمانوں کو بھی توجہ دلائی کہ جب کہ اس کتاب کی بکثرت اشاعت ہو چکی ہے تو اب اسے ضبط کرنے سے کیا حاصل۔ اب تو وقت ہے کہ اس کا جواب لکھ کر اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے تا سب مسلمان دفاع اسلام کا حق ادا کر سکیں۔ اور ان کے زخموں پر یہ جواب مرہم کا کام دیں۔ حضورؑ نے یہ بھی فرمایا کہ پادریوں نے اس قسم کی سینکڑوں کتابیں مسلمانوں کا دل دکھانے اور ان کے جذبات مجروح کرنے کے لئے شائع کی ہیں۔ اس کا علاج تو یہ ہے کہ ان کا ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے۔ اور اگر گونمنٹ اس طریق کو ناپسند کرتی ہے تو اسے آئندہ کے لئے مذہبی مناظرات میں دلآزار اور ناپاک کلمات کے استعمال کو حکماً روک دینا چاہئے۔

(اشتہار 4 رمئی 1898ء حیات طیبہ صفحہ 188)

فونوگراف کی ایجاد اور ہندوؤں کو تبلیغ

12- سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بڑا شوق تھا کہ تبلیغ اسلام کے نئے سے نئے مواقع تلاش کئے جائیں۔

چنانچہ انہیں ایام میں جن کا ہم ذکر رہے ہیں۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ ایک فونوگراف خرید کر قادیان لائے۔ اس کے ساتھ آواز بھرنے کا سامان بھی تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے سورۃ انبیاء کا آخری رکوع پڑھوا کر اس میں بھرا اور حضرت اقدس کو سُنایا گیا۔ حضرت اقدس اس سے بہت محظوظ ہوئے۔ قادیان کے آریوں کو جب پتہ لگا کہ نواب صاحب فونوگراف لائے ہیں تو ایک عجوبہ چیز سمجھ کر کئی آریوں نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ ہم بھی فونوگراف سننا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ آپ بھی کسی وقت آجایئے۔ ادھر تو ان کو یہ کہا اور ادھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ ”ہم تو فونوگراف سننا سنانا جب تک کہ اس سے کوئی مفید کام نہ لیا جائے تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ کیوں نہ فونوگراف کے ذریعہ ان آریوں کو تبلیغ کی جائے۔“ چنانچہ آپ نے چند اشعار لکھے اور مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ آپ انہیں خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر اس میں بند کر دیں۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب آریہ صاحبان آگئے تو وہ اشعار سنائے گئے۔ جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

اس طرح آریوں کی درخواست بھی منظور ہوگئی اور حضرت اقدس کا شوقِ تبلیغ بھی پورا ہوگیا۔

(حیاتِ طیبہ صفحہ 201-202)

ان چند مثالوں سے اُمید ہے ہمارے قارئین کرام کو اندازہ ہوا ہوگا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امن اور سلامتی کا پیغام پہنچانے کے لئے (جس کا دوسرا نام، اسلام ہے) کس طرح دلائل و براہین کے ساتھ فریق مخالف کے ساتھ مذاہب عالم کے میدان کارزار میں فتح نصیب جرنیل کے طور پر چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ایک ایسا جہاد جو نہ صرف قلب و ذہن کو مطمئن کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دلوں میں ایک پاک روحانی انقلاب بھی برپا کرتا ہے۔ جس میں ہر مذہب وملت سے تعلق رکھنے والے کے لئے اسلام کا زندگی بخش پیغام ہے۔

ہم آخر پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنا مضمون ختم کرتے ہیں۔

آپ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 304 پر فرماتے ہیں:۔

''نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔۔۔۔سب ملتیں ہلاک ہوں

گی مگر اسلام ۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا۔ نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔

خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے“

وہ مستعد روحیں اور پاک دل کون ہیں؟ وہ آپ ہی تو ہیں! جنہیں روشنی عطا کی جائے گی اور جن کے پاک دلوں پر نور اتارا جائے گا۔ کیونکہ آپ کے علاوہ آج دنیا میں رحمۃ للعالمین کے اُسلوب سے دلی محبت اور سچی پیروی کرنے والا کوئی نہیں۔ دعا ہے کہ یہ نور جلد از جلد ہر احمدی کے خانۂ دل پر نازل ہوکر اسے مینارۂ نور میں تبدیل کر دے اور اس کی ضوفشانی دور دور تک ہونے لگے اور سسکتی ہوئی انسانیت، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آ کر سُکھ کا سانس لے۔

آمین اللّٰھم آمین

وَاٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین